قرآن

بے شک ہم نے وحی بھیجی آپ کی طرف جیسے وحی بھیجی ہم نے نوح (علیہ السلام) کی طرف اور ان نبیوں کی طرف جو نوح (علیہ السلام) کے بعد آئے اور (جیسے) وحی بھیجی ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان (علیہم السلام) کی طرف اور ہم نے عطا فرمائی داؤد (علیہ السلام) کو زبور۔ (سورۃ النساء۔ ۱۶۳)

انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو وحی کی جاتی ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ ''اس علم یقینی اور قطعی کو وحی کہتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں سے پنہاں اپنے انبیاء کے دِلوں میں القاء فرماتا ہے۔ جن کے ارواحِ طیبہ کو اس نے پہلے سے اس علم کو قبول کرنے کے لئے تیار کیا ہوتا ہے۔ یہ القاء کبھی فرشتہ کے واسطے سے ہوتا ہے اور کبھی بلاواسطہ براہ راست''۔ (المنار)

عربی میں وحی کا معنی اشارہ کرنا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''حضرت زکریا علیہ السلام نے انھیں اشارہ کیا کہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیا کریں''۔ علاوہ ازیں اس کا اطلاق مختلف مفہوموں پر ہوتا رہتا ہے۔ وحی کی یہ اجمالی حقیقت ذہن نشین ہونے کے بعد اب آیت کریمہ پر غور فرمائیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو یہود شک کی نگاہ سے دیکھتے اور بہت حیران ہوتے تھے کہ آپ ﷺ کیونکر نبی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے اور انبیاء بھی مبعوث ہوئے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوئی ہے اور جب وہ ان کی نبوت اور ان پر نزول وحی کو تسلیم ہیں تو آپ ﷺ کو کیوں نبی نہیں مانتے، لہذا آیت مبارکہ میں چند انبیاء کرام کے اسمائے گرامی ذکر کردیئے، تاکہ انھیں مجالِ انکار نہ رہے۔

نعت

نادرؔ اسلوبی

ہر ایک سانس بصد احترام روشن ہے — کہ ذکرِ شاہ سے نفسِ غلام روشن ہے

چراغِ خیر سے روشن کرو چراغوں کو — چراغِ حضرتِ خیرالانام روشن ہے

وہ شہر، شہرِ مدینہ ہو چاہے مکہ ہو — وہاں حضور کا ہر ایک کام روشن ہے

بدلتے وقت سے بدلا گیا نہ اس کا نفاذ — یہ نافذ العمل ان کا نظام روشن ہے

نبی کی پہلی پسند اس لئے تجارت ہے — حلال مال کا انجامِ دام روشن ہے

سبھی کے مسئلے ہوجائیں تاکہ اس سے حل — کچھ اس طرح سے خدا کا کلام روشن ہے

یہ ایک شاعرِ ناچیز اس کی وقعت کیا
طفیلِ نعت میں نادرؔ کا نام روشن ہے

حدیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے عمل کو لوگوں کے درمیان شہرت دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اس ''ریاکارانہ'' عمل کو اپنی مخلوق کے کانوں تک پہنچا دے گا (یعنی جو شخص کوئی نیک کام کرکے لوگوں کو یہ سنائے گا کہ اس نے یہ کام کیا ہے اور اس کے ذریعہ اس کا مقصد شہرت و عزت حاصل کرنا ہوگا) تو اللہ تعالیٰ اس کی ریاکاری کو ظاہر کردے گا اور لوگوں کے کانوں تک یہ بات پہنچا دے گا کہ یہ شخص ریاکار اور غیر مخلص ہے۔ نیز (قیامت کے دن) اس کو رُسوا کرے گا اور (دنیا و آخرت میں) ذلت وخواری سے دوچار کرے گا''۔ (بیہقی شعب الایمان)

مطلب یہ ہے کہ اعمال کے نتائج و آثار مرتب ہونے کا مدار نیت پر ہے، جس شخص کے پیش نظر صرف آخرت کا مفاد ہوتا ہے اور جو اپنے اعمال کے تئیں مخلص و صادق ہوتا ہے، وہ آخرت کی سعادتوں اور نعمتوں کا مستحق تو ہو ہی جاتا ہے، اس دنیا میں بھی اس کو اپنے تمام معاملاتِ زندگی میں اطمینان و عافیت اور خاطر جمعی کی دولت حاصل رہتی ہے۔ نیز اس کو اس کا رزق نہایت آسانی اور آسودگی کے ساتھ پہنچتا ہے۔ اس کے برخلاف جو شخص محض دنیا کی طلب و چاہ رکھتا ہے اور اپنے اعمال کو وسیلۂ آخرت بنانے کی بجائے دنیاوی مال و زر اور دنیاوی نعمتوں کا وسیلہ و ذریعہ بناتا ہے، اس کو آخرت میں تو اس کی سزا بھگتنی ہی ہوگی، اس دنیا میں بھی اس پر اس برائی کا وبال پڑتا ہے کہ وہ خاطر جمعی اور اطمینان و سکون کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے۔ ہر وقت طرح طرح کی پریشانیوں اور مختلف تفکرات کی وجہ سے حیران و سرگرداں رہتا ہے۔ نیز اس کو وہ رزق تو ضرور ملتا ہے، جو اس کے مقدر میں ہے، مگر اس کے حصول کے لئے بھی اس کو نہایت محنت و مشقت اور پریشانی برداشت کرنی پڑتی ہے۔

عہد نبوی میں تعلیم نسواں کے خصوصی انتظامات

ان الدین عند اللہ الاسلام — بیشک دین اللہ کے پاس صرف اسلام ہے

پیغام اسلام

مفتی محمد قاسم صدیقی تسخیر
نائب مفتی جامعہ نظامیہ

دین اسلام میں تعلیم کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، جس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی اولین وحی کا اولین لفظ ''اقرأ'' (یعنی پڑھئے) ہے اور اس کے ساتھ ہی قلم کی تعریف میں یہ حقیقت یاد دلائی گئی کہ سارا انسانی علم یعنی تہذیب و تمدن قلم ہی کا مرہون منت ہے اور اگلوں کے تجربوں سے پچھلوں کا استفادہ اس کے بغیر ممکن نہیں۔ قرآن حکیم نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''وہ تمھیں کتاب و حکمت اور اس چیز کی تعلیم دیتے ہیں، جو تمھیں معلوم نہ تھیں'' (سورۃ البقرہ۔ ۱۵۱) علاوہ ازیں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت فرمائی کہ ''میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں'' (ابن ماجہ، فضل العلماء) نیز آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''علماء انبیاء کے وارث ہیں''۔ (البخاری ۳/۱۰، ۱:۳۸)

عہد نبوی میں درس کے لئے ایک جامع کتاب رکھی گئی، یعنی قرآن حکیم، جس میں سارے ہی علوم کی اساسی چیزیں ہیں۔ عقائد و عبادات بھی، قانون بھی، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بھی، تاریخ عالم بھی، اخلاق و طریقہ معاشرت بھی۔ تورات (بشمول زبور) ایک قبیلہ کی تاریخ ہے۔ موجودہ انجیل محض ایک فرد کی سوانح عمری ہے، جب کہ قرآن پاک انسان کے لئے ہر شعبہ حیات میں راستہ بتانے والی کتاب ہے۔

قرآن مجید کی ایک نمایاں خصوصیت اس کی جامعیت اور کاملیت ہے۔ یہ شرف آج تک دنیا کی کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہوا۔ جامعیت کے سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور ہم نے اس قرآن میں سب باتیں طرح طرح سے بیان کردی ہیں، مگر اکثر لوگوں نے انکار کے سوا قبول نہ کیا'' (بنی اسرائیل۔ ۸۹) قرآن مجید کی کاملیت کا یہ عالم ہے کہ سورۃ المائدہ میں ارشاد ربانی ہے کہ ''آج ہم نے تمہارا دین مکمل کردیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کردیں اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا''۔ یہ خصوصیت صرف اور صرف قرآن مجید کو حاصل ہے کہ اس پر اتمام دین ہوا، ورنہ پچھلی امتیں اس خوش خبری سے محروم رہیں۔

ہجرت سے قبل ہی مکہ مکرمہ میں قرآن مجید کو لکھ کر محفوظ کئے جانے کا کام شروع کردیا گیا تھا۔ مردوں کے علاوہ عورتوں کو بھی اس کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس کا پڑھنا اور سمجھنا کسی کنبے اور کسی ذات کے لوگوں کے لئے مخصوص نہیں کیا گیا۔ ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ ہی سے ایک عالم حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ بھیجا گیا۔ ان کی جدوجہد سے سال میں کوئی سو کے قریب خاندان مسلمان ہوگئے۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تعمیر مکمل ہوئی تو اس میں صفہ کے نام سے ایک اقامتی تعلیم گاہ بھی قائم کی گئی۔ اس میں لکھنے پڑھنے جیسی سادہ تعلیم سے لے کر دین، قانون، سلوک اور اخلاق کی اعلی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ عہد نبوی میں مدینہ منورہ ہی میں مسجد نبوی کے علاوہ نو مساجد تھیں، جن میں سے ہر ایک میں مدرسہ بھی تھا اور اہل محلّہ وہیں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ابن حزم (جوامع السیرۃ، صفحہ ۳۲۳) کے مطابق صحابیات میں سے بیس کے قریب صاحب فتویٰ تھیں۔ شفاء بنت عبد اللہ، جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رشتہ دار تھیں کے متعلق لکھا ہے کہ انھوں نے ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لکھنا پڑھنا سکھایا تھا۔ (ابوداؤد)

علامہ ابن جوزی نے اپنی کتاب (الاصابۃ ۴:۶۱۸) میں ایک روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں شہر کی منڈی میں بعض خرید و فروخت کے معاملات (امر السوق) پر مامور فرمایا تھا۔ بیرون ملک سے مسلمان مدینہ منورہ آتے اور تعلیم و تربیت حاصل کرکے اپنے علاقوں کو واپس جاکر معلم بنتے تھے۔ مدینہ منورہ سے بھی مدرس ہر جگہ بھیجے جاتے تھے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن بھیجا تو حضرت معاذ بن جبل یمن اور حضرموت کے صوبوں کے ہر ضلع میں تعلیمی دورے کیا کرتے تھے، گویا وہ صوبہ یمن میں تعلیم کے ناظر اعلی تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آغاز ہی سے خواتین کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ مبذول کروائی۔ آپ کا فرمان عالی ''علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے'' اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حصول علم کسی ایک صنف کے لئے مخصوص نہیں، بلکہ یہ مرد و عورت دونوں کا حق ہے۔ آپ ﷺ نے خواتین کو دین کے احکام سیکھنے کے لئے مساجد میں آنے کی اجازت دی تھی۔ اس کے علاوہ صحابیات کو جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ کاشانہ نبوت میں حاضر ہوتیں اور آپ ﷺ سے براہ راست یا بالواسطہ ازواج مطہرات استفادہ کرکے لوٹتیں۔ اس معاملے میں خواتین انصاف پیش پیش تھیں۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ''عورتوں میں انصاری خواتین خوب ہیں کہ انھیں دین کی تعلیم میں حیاء مانع نہیں ہوتی''۔ (مسلم، الامع الصحیح ۱:۱۸۰)

آپ ﷺ نے والدین کو اس بات کی تلقین فرمائی کہ وہ اپنی بچیوں کو دین کے احکام سے روشناس کرائیں۔ آپ ﷺ نے خواتین کو فکری اور عملی اعتبار سے آگے بڑھانے کی مختلف طریقوں سے ترغیب دلائی۔ آپ نے ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرنے والوں کے لئے جنت کی بشارت سنائی۔ (البخاری، الجامع الصحیح)

آپ ﷺ کی اسی توجہ اور تعلیم کا نتیجہ تھا کہ نہایت قلیل عرصہ میں صحابیات کی ایک کثیر تعداد مختلف علوم میں ماہر ہوگئی۔ حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ اور حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے پورا قرآن مجید حفظ کرلیا تھا (فتح الباری ۹:۴۷) حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا قرآن مجید کا درس دیا کرتی تھیں (ابن سعد: الطبقات ۵:۵۸۶) صحابیات کی ایک کثیر تعداد نے آپ ﷺ سے احادیث کی روایت بھی کی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تفسیر، حدیث، طب کے علاوہ فقہ میں مجتہدین صحابہ میں شمار کی جاتی تھیں۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت رفیدہ اسلمیہ فن طب میں شہرت رکھتی تھیں اور ان کا خیمہ جس میں سامان جراحی ہوتا تھا، مسجد نبوی کے پاس تھا۔ (الاصابۃ ۴:۳۴۷)

مکتوباتِ حسینی

پروفیسر سید عطاء اللہ حسینی قادری الملتانی

اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ناک بھوں چڑھائے بغیر کڑوی چیز کا گھونٹ پی جانا ''صبر'' ہے۔ صبر کی اس تعریف میں بڑی معنویت ہے۔ ایلوا ایک انتہائی کڑوی چیز ہے، جسے عربی میں ''صبر'' کہتے ہیں اور اس کو طب یونانی میں ''مصبر'' کہا جاتا ہے۔ اسی صبر کا ہندی نام ایلوا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے صبر کو کڑوی گولی کہا ہے۔ حضرت بو علی دقاقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صبر اپنے نام کی طرح سخت کڑوا اور مشکل ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ صبر جتنا کڑوا ہوتا ہے، اس کا پھل اتنا ہی میٹھا ہوتا ہے۔ اس کڑوی گولی کو نگلنا دشوار ہوتا ہے، لیکن جب نفس کی ہزار مخالفت کے باوجود یہ کڑوی گولی نگل لی جاتی ہے تو اس کے نتائج بڑے خوشگوار ہوتے ہیں۔ کسی ناگوار خاطر بات کو برداشت کرلینا کوئی آسان کام نہیں، کیونکہ نفس اس کی سخت مخالفت کرتا ہے۔ صبر کی عادت ڈالنے یا یہ صفت پیدا کرنے کے لئے بڑے مجاہدے کی ضرورت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں، تم بدی کا دفاع ایسے طریقہ سے کرو جو بہترین ہو، اس کے نتیجہ میں جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا، جیسے وہ تمہارا جگری دوست ہو اور یہ بات صرف ان ہی کو عطا ہوتی ہے، جو صبر سے کام لیتے ہیں اور یہ مقام صرف اسی کو حاصل ہوتا ہے، جو بڑے نصیبوں والا ہوتا ہے'' (حم السجدہ۔ ۳۴، ۳۵) یعنی صبر بڑے نصیب کی چیز ہے، اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو شخص صبر کرے اور درگزر کرجائے تو یہ بڑی ہمت کی بات ہے'' (سورۂ شوریٰ۔ ۴۳) اسی کا حکم اولوالعزم رسولوں کو دیا گیا ہے: ''اے نبی! آپ اسی طرح صبر کئے جائیں، جس طرح اولوالعزم پیغمبروں نے کیا ہے''۔ (سورۂ احقاف۔ ۳۵)

بہرحال صبر کرنا تو صبر کرنے والوں کے حق میں بہتر ہے ہی، لیکن ہمارا اور آپ کا صبر کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''صبر کرنے والے دونوں جہاں میں عزت حاصل کرتے ہیں، کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے'' (سورہ نحل۔ ۱۲۶، ۱۲۷) مزید یہ کہ ''اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'' (سورہ بقرہ۔ ۱۵۳) جو صبر کرنے والوں کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔

ایک حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ جب کسی بندے کو اللہ تعالیٰ کوئی مرتبہ دینا چاہتا ہے اور وہ اپنے عمل سے اس مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو جسمانی یا مالی مصائب میں مبتلا کرکے یا اولاد کی موت کی مصیبت میں مبتلا کردیتا ہے، جس پر وہ صبر کرتا ہے، اس طرح اس کو وہ مرتبہ بلاؤں پر صبر کرنے سے مل جاتا ہے۔ ایک حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ نعمتوں پر شکر اور مصیبتوں پر صبر کرنے سے لوگ حساب کے بغیر بھی جنت میں بھیج دیئے جائیں گے۔ محدث دکن حضرت عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اچھے ہیں وہ لوگ جو اللہ سے لو لگائے رہتے ہیں، خوشی میں الحمد للہ کہہ کر شکر ادا کرتے ہیں اور غمی میں انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر صبر سے کام لیتے ہیں''۔

واضح رہے کہ کسی نعمت کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے اور نہ ہی کسی مصیبت کو۔ ہر نعمت بڑی نعمت ہے اور ہر مصیبت بڑی مصیبت ہے۔ اگر ہم نے کسی مصیبت کو حقیر سمجھا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں جرات دکھا رہے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو چراغ کے گل ہوجانے پر بھی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا کرتے تھے۔

جس صبر میں جزع فزع نہ ہو، بلکہ بڑے پروقار انداز میں کیا جارہا ہو تو اس کو ''صبر جمیل'' کہتے ہیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے کس طرح صبر کیا تھا، جسم کا گوشت سڑ کر اس میں کیڑے پڑ گئے تھے، لیکن انھیں اللہ تعالیٰ سے کوئی شکوہ نہ شکایت، بلکہ بہ تقاضائے بشری صرف اتنا کہا: رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین۔ پاس ادب کی خاطر ''رب ارحمنی'' نہیں کہا، بلکہ وانت ارحم الراحمین کہا، یہ ان کا صبر جمیل تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بڑے پیارے انداز میں انھیں سراہا ہے، چنانچہ فرمایا: ''ہم نے ان کو بڑا صبر کرنے والا پایا، وہ بڑا پیارا بندہ تھا اور ہم سے خوب لو لگائے ہوئے تھا''۔ (سورۂ ص۔ ۴۴)

صبر کے بڑے فوائد ہیں اور ہر فائدہ ایسا کہ ''دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست''۔ مثلاً اس سے استقامت پیدا ہوتی ہے اور زندگی میں ضبط و تحمل پیدا ہوتا ہے۔ اس سے زندگی میں نکھار اور شخصیت میں وقار آتا ہے۔ صبر اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ کے حصول کا سبب ہے، اس سے حوادث اور مصائب کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ اس سے دل جذبہ انتقام سے خالی ہوجاتا ہے، دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں، ہر دل عزیزی میں قابل لحاظ اضافہ ہوتا ہے اور سب سے بڑی چیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے۔

صبر کے تین مواقع ہیں، جن میں صبر مطلوب ہے۔ ایک تو یہی موقع ہے جس کو صبر فی الصیبۃ کہا جاتا ہے، باقی دو مواقع کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر کی توفیق عطا فرماکر اپنے معیت سے سرفراز فرمائے۔ (آمین)

منتخب فتاوی

حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الدین، صدر مفتی جامعہ نظامیہ

طلاقِ کنائی

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو انکے شوہر نے ایک خط لکھا جس میں تحریر ہے کہ ''اب سے تمہارے اور میرے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے تم میری بیوی نہیں ہو، میں تمہارا شوہر نہیں ہوں...... تیرے اور میرے درمیان اب کوئی رشتہ ہی نہیں ہے، بھول جا۔ جلدی میں طلاق دینے کی کوشش کرتا ہوں، میری بیوی کی طرح اگر رہنا ہے تو میں جیسا بولتا ہوں ویسا کرو'' آیا ان الفاظ سے بیوی پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں ؟ بینوا توجروا

جواب: صورت مسئول عنہا میں شوہر نے تحریر مذکور الصدر میں جو الفاظ لکھے ہیں وہ کنائی ہیں۔ اگر ان سے شوہر کی نیت طلاق دینے کی ہو تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں عالمگیری جلد اول ص ۳۷۵ میں ہے ولو قال ما أنتِ لی بامرأة أو لستُ لكِ بزوج ونوى الطلاق يقع ...ولو قال لها لا نكاح بيني وبينكِ أو قال لم يبق بيني وبينكِ نكاح يقع الطلاق إذا نوى۔ اور ص ۳۷۶ میں ہے: ولو قال لم يبق بيني وبينكِ شئ ونوى به الطلاق لا يقع۔ پس شوہر سے اس کی نیت دریافت کیجاے، اگر اس کی نیت طلاق کی تھی تو طلاق واقع ہوگی ورنہ تعلقات زوجیت علیٰ حالہ قائم رہیں گے۔

آداب کہنے سے مسنون سلام ادا نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ ''السلام علیکم'' کہتے ہیں اور بعض ''سلام علیکم'' کیا دونوں طریقے صحیح ہیں؟ ان میں سے بہتر طریقہ کونسا ہے۔ بچوں عورتوں کے سلام کا بھی یہی طریقہ ہے یا اس میں کوئی فرق ہے۔ ''آداب'' ''قدمبوسی'' ''تسلیم'' وغیرہ الفاظ جو استعمال کئے جاتے ہیں۔ کیا ان سے بھی سلام ادا ہوجاتا ہے؟ بینوا توجروا

جواب: السلام علیکم الف لام کے ساتھ کہنا بہتر ہے اور بغیر الف لام کے تنوین کے ساتھ بھی کہہ سکتے ہیں۔ سلام میں عورتیں بچے سب برابر ہیں۔ سب کو السلام علیکم کہنا چاہئے۔ آداب، بندگی، قدمبوسی تسلیم کورنش وغیرہ کہنے سے مسنون سلام ادا نہیں ہوتا۔ کنز العباد ص ۳۴۹ میں ہے: في الظهيرية و لفظة السلام في المواضع كلها " السلام عليكم " أو " سلام عليكم " بالتنوين و بدون هذين اللفظين كما يقول الجهال لا يكفي سلاما۔

زبانی قرآن پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو سورۂ یسین اور سورہ مزمل زبانی یاد ہے، اگر زید روزانہ زبانی سورہ یسین یا سورہ مزمل کی تلاوت کرے تو کافی ہے یا دیکھ کر پڑھنا ضروری ہوگا ؟ بینوا توجروا

جواب: ہر مسلمان کو قرآن شریف کی تلاوت کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اگر دیکھ کر قرآن پڑھنے کا وقت نہیں اور وہ زبانی قرآن پڑھتا ہے تو کافی ہے لیکن قرآن شریف زبانی پڑھنے کے بہ نسبت دیکھ کر پڑھنا زیادہ اجر و ثواب اور فضیلت کا موجب ہے کیونکہ دیکھ کر پڑھنے میں دو طرح سے عبادت کا ہونا ثابت ہے۔ ایک تو تلاوت اور دوسرا اس کا دیکھنا، قرآن مجید کو دیکھنا بھی ایک مستقل عبادت ہے۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: افضل عبادة امتي قراءة القرآن نظرا۔ یعنی میری امت کی افضل ترین عبادت دیکھ کر قرآن مجید پڑھنا ہے۔ عالمگیری جلد ۵ ص ۳۱۷ کتاب الکراھۃ میں ہے: قرأة القرآن في المصحف أولى من القراءة عن ظهر القلب۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

ابوزہیر سید زبیر ہاشمی، استاد جامعہ نظامیہ

ساری کائنات کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور وہی سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی ذات مقدسہ قابل تعظیم ہے تو وہ حضور نبی اکرم ﷺ ہیں، آپ ﷺ کے بعد اہل بیت اطہار یعنی آپ کے گھر والے عظمت والے ہیں ان سب کی تعظیم و تکریم ہر ایک کے لئے بے انتہاء ضروری ہے۔ کیونکہ سورۂ احزاب میں فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ''سوائے اس کے کچھ نہیں اللہ چاہتا ہے کہ آپ کے گھر والوں کو ہر طرح کی گندگی اور نجاست سے پاک وصاف کیا جائے''۔ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کے گھر والے انتہائی عظمت والے اور شرف والے ہیں۔ ان کی جتنی تعظیم و توقیر کی جائے اتنا ہی ہمیں بہتر طور پر آگے بڑھنے کا بھرپور موقع ملیگا۔ چنانچہ اہل بیت اطہار {۱۔ محمد عربی ﷺ ۲۔ حضرت علی ۳۔ حضرت فاطمہ ۴۔ حضرت حسن ۵۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین} جنکو ہم پنجتن کہتے ہیں۔ ان تمام سے ہمیں والہانہ محبت رکھنی چاہئے۔ آج ان اہل بیت اطہار میں سے ایک ایسی ہی عظیم شخصیت کے متعلق کچھ تحریر کیا جائیگا جو نہ صرف اپنے آپ میں ممتاز تھی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ اور آقائے دوجہاں ﷺ کے نزدیک بھی محبوب تھی۔ وہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

ولادت: نصف ماہِ رمضان المبارک ۳ ہجری، آپ صحابی اور پیارے رسول ﷺ کے نواسے ہیں۔

کنیت: ابو محمد۔

خطاب: نوجوانانِ جنت کے سردار، ریحانۃ الرسول، مصلحِ قوم، شبیہِ رسول۔

جائے ولادت: مدینہ منورہ۔ جب آقائے دوجہاں ﷺ کو ولادت کی اطلاع ملی تو حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے اور اس بچہ کا نام حسن رکھا اور عقیقہ ساتویں دن کیا گیا ہے۔

۳ ہجری تا ۴۹ ہجری

> **قطعہ**
>
> مکہ قریب ہے نہ مدینہ قریب ہے
> جب تک کہ دل سے رغبتِ دنیا قریب ہے
> اکبرؔ اُٹھو بھی جشن کی تیاریاں کرو
> میلادِ مصطفیٰ کا مہینہ قریب ہے
>
> الحاج محمد اکبر خان اکبرؔ

☆ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیرت اور صورت میں حضور نبی اکرم ﷺ کے مشابہ تھے۔ جب بھی صحابہ کو حضور ﷺ کے وصال کے بعد حضور کو دیکھنا ہوتو وہ تمام امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ لیتے تھے۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں حضرت امام حسن سینہ سے سر تک رسول اللہ ﷺ کی کامل شبیہ تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سینے سے نیچے تک حضور اکرم ﷺ کی کامل شبیہ تھے۔ (ترمذی شریف)۔

ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کندھے پر لے کر نکلے، یہ دیکھ کر ایک شخص نے کہا کہ کیا ہی اچھی سواری ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا سوار بھی کیا ہی اچھا ہے۔ آپ بہت زیادہ سخی تھے ایک سے زائد بار اپنا پورا مال راہِ اللہ میں خرچ کیے۔ اور کئی دفعہ نصف مال خرچ کیے ہیں۔

☆ طبرانی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اس حالت میں کہ آپ ﷺ چادر بچھائے ہوئے تھے۔ پس اس چادر پر حضور نبی اکرم ﷺ بنفس نفیس اور حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی بیٹھ گئے پھر آپ ﷺ اس چادر کے کنارے پکڑے اور ان پر ڈال کر اس میں گرہ لگادی۔ پھر فرمایا: ائے اللہ! تو بھی ان سے راضی ہوجا، جس طرح میں ان سے راضی ہوں۔ (طبرانی)

☆ ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے فرمایا: تم جس سے لڑو گے میں بھی اس سے لڑوں گا، جس سے تم صلح کرو گے میں بھی اس سے صلح کروں گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصلح قوم تھے یعنی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں صلح کراتے تھے۔ یقیناً آپ کی شخصیت انتہائی اہم تھی۔ اور ایسی شخصیت کی نگرانی کوئی اور نہیں بلکہ بحکم خداوندی فرشتے کرتے تھے۔ اور آقائے دوجہاں ﷺ بھی بے انتہاء آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتے تھے۔ اور آپ کو حضور اکرم ﷺ اپنے کندھے پر اٹھا کر دعا فرماتے تھے، ائے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔ آپ کی خاصیت یہ تھی شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد تقریباً چالیس ہزار (۴۰،۰۰۰) لوگ آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کئے ہیں۔

وصال: ۵ / ربیع الاول ۴۹ھ کو حضرت شبیہِ مصطفیٰ ﷺ کا وصال ہوا ہے۔ (بحوالہ رحمۃ للعالمین، انسائیکلو پیڈیا، پیش کردہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد) اور آپ کی مزار مبارک جنت البقیع میں والدۂ محترمہ کے پہلو واقع ہے۔

zubairhashmi7@gmail.com